

ہم اور ہمارے

عقائد

از افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

www.SirateMustaqeem.net

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پینپلز کالونی گوجرانوالہ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ

أَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ.

صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَعَلَى آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّالہ و عظم شأنہ و اتم برہانہ
کی حمد و ثنا اور حضور شافع یوم النشور د سنگیر جہاں غمگسارِ زمان احمد مجتبیٰ جناب محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام عرض کرنے کے بعد
ارباب فکر و دانش نہایت ہی معزز و محترم حضرات و خواتین
رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ہم سب کو تقویٰ کے موسم بہار اور روحانی
ماحول میں ادارہ صراط مستقیم کی طرف سے فہم دین کورس کے سولہویں سبق میں شرکت
کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا روان علم کا یہ سفر اپنے دربار میں قبول فرمائے اور
رب ذوالجلال ہم سب کو قرآن و سنت کے فہم کے ساتھ ساتھ اس کے ابلاغ و تبلیغ
اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔
ہمارا آج کا موضوع

”ہم اور ہمارے عقائد ہے“

میری دعا ہے خالق کائنات جلّ جلالہ ہمیں اپنے عقائد کو سمجھنے اور ان کے
دلائل کو یاد رکھنے اور ان کو آگے پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔
محترم سامعین حضرات۔

میں نے قرآن مجید کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 181 تلاوت کی ہے۔
خالق کائنات جلّ جلالہ کا فرمان ہے۔

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

”اور ہمارے بنائے ہوئے میں سے ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر
انصاف کریں۔“

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں ایک کمیونٹی کا تذکرہ اُن کی ہدایت اور عدل کی بنیاد پر کیا ہے۔ اُن کے افکار عقائد اور نظریات اتنے سُستہ اور شائستہ ہونگے کہ جس کی بنیاد پر وہ خود ہدایت یافتہ قرار پائیں گے اور پھر دوسروں کو راہِ راست کی طرف بلانے کا عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ خالق کائنات بجلّ جلالہ نے ہمیشہ کیلئے اُن کو اپنی وحی کا موضوع بنا دیا ہے۔

وہ انصاف اور عدل پر قائم رہیں گے، اسکا مطلب یہ ہے کہ ان کے عقیدہ اور عمل میں کسی طرح کا کوئی غلو نہیں ہوگا جس حد تک کسی چیز کو ماننا چاہیے اُس حد تک ہی اُس کو مانتے ہیں نہ تو تنقیص کرتے ہیں کہ جو ماننے کا حق ہوتا نہ مانیں بلکہ اُس سے کم مانیں اور نہ ہی غلو کرتے ہیں، کہ جتنا نہیں ماننا چاہیے تھا، اتنا مان جائیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ وصف اس انداز میں بیان کیا، کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں، ہدایت کے علمبردار ہیں، اور وہ تمام عقائد نظریات کردار اور معاملات کے لحاظ سے عدالت پر قائم ہیں، اور عدالت اُن کو میسر ہے، اس مقام پر جس وقت ہم دیکھتے ہیں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے، جو کہ جامع ترمذی میں ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا جس کا عقیدہ و عمل بے غبار ہوگا۔

اور وہ ہمیشہ قیامت تک موجود رہے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي مَنْصُورِينَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَدَلَ لَهُمْ سَتِي تَقُومُ السَّاعَةُ (ترمذی شریف ص: ۵۸۴)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ میری اُمت کی ایک جماعت موجود رہے گی اور وہ منصور ہوگی اُن کی مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جائے گی۔

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَدَلَ لَهُمْ

اُن کا ساتھ چھوڑ جانے والے اُن کو نقصان نہیں دے سکیں گے۔

حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

ایک طرف تو اس جماعت کا طائفہ منصورہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے شامل حال اپنی مدد رکھے گا، کہ جیسے بھی حالات آجائیں گے وہ حق کا پرچم ضرور بلند کرتے رہیں گے، اور کبھی بھی اُن کو اس سلسلے میں کسی قسم کی کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ

اُن کے ساتھ تعاون چھوڑ جانے والے اُن کے ساتھ تعاون سے پیچھے رہ جانے والے اور ان کا ساتھ چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں دے سکیں گے، جو ساتھ چلیں گے ان کو سعادت ملے گی جو کبھی بھی آزمائش کی گھڑی میں ساتھ چھوڑ جائیں گے اور کسی بھی ابتلاء کی وجہ سے کاروان کی مشکل کی وجہ سے ساتھ چھوڑ جائیں گے یا پھر دوسری طرف سے کسی آفر یا مادی فائدہ کی وجہ سے اہل حق کا جو ساتھ چھوڑ جائیں گے تو میرے محبوب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں، حق والوں کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، حق والے پھر بھی اپنی آواز بلند کرتے رہیں گے۔

حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ

یہاں تک کہ قیامت آجائے گی یہ حق والے اپنا فریضہ سرانجام دیتے رہیں گے یہ حدیث شریف امام ترمذی کے قول کے مطابق حسن غریب حدیث شریف ہے، سند کے لحاظ سے اس پر کوئی قدح یا جرح نہیں ہے۔

اس کے بارے میں ہر طبقہ یہ کوشش کرتا ہے کہ اسمیں ہمارا ذکر کیا جا رہا ہے، اور ہم ہی وہ جماعت ہیں، کہ جن کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی تھی، اور بتا دیا تھا، اگرچہ یہ آج ہمارا موضوع نہیں ہے کہ تفصیلاً اُس جماعت کی نشانیوں کو بیان کیا جائے، لیکن سرفہرست جو اس حدیث سے نشانی سمجھ آرہی ہے اس حدیث سے مراد یقیناً وہی جماعت ہو سکتی ہے، کہ جس کا پہلے نمبر پر یہ

عقیدہ ہو کہ ہمارے نبی علیہ السلام قیامت تک کی خبر دے سکتے ہیں، جن کا عقیدہ ہی یہ ہو کہ وہ کل کی بات بھی نہیں جانتے اور اس حدیث کا مصداق بننے کی کوشش کریں، تو یہ اُن کی بڑی بھول ہوگی۔

پہلے یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم سے کل کو بھی جانتے ہیں پرسوں کو بھی جانتے ہیں، اس صدیوں کو بھی جانتے ہیں قیامت کے حالات کو بھی جانتے ہیں، اور جو حق پر قائم رہیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں، اور جو لالچ میں آ کے چھوڑ جائیں گے اُن کو بھی جانتے ہیں یہاں تک کہ قیامت آجائے گی جو تاریخ کے تمام لمحات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع مطالعے کو اور علم کو تسلیم کرے گا، اب وہ اس بشارت کا مستحق بن سکتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کی بنیاد پر واضح کر دیا ہے کہ اے حق پرستو کبھی گھبرانہ جانا میں بہت پہلے سے تمہاری حوصلہ افزائی کر رہا ہوں، لوگ اس جماعت کے ساتھ آتے بھی رہیں گے اور ساتھ چھوڑتے بھی رہیں گے آزمائش کا سلسلہ بھی آتا رہے گا لیکن تمہارا یہ دطیرہ ہونا چاہیے، کہ کسی کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے تمہارے کلمہ حق میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں آئی چاہیے، یہاں تک کہ قیامت آجائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قیامت تک ایسی جماعت موجود رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اہل حق اہل سنت و جماعت وہ طائفہ منصورہ ہیں اور وہ اُمتہ ہیں جو ہادی بالحق ہیں، اور عدالت پر قائم ہیں۔

ان کے عقائد ان کے نظریات اور کردار کے لحاظ سے جو تاریخ کا ایک تسلسل ہے وہ اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ وہ نگہت و نور کا سلسلہ جس کا ایک سر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزم صفہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور دوسرا ہمارے سینوں کے ساتھ ہے، وہ سارے کا سارا نگہت و نور کا سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ نے اتنی صدیوں کے گذر

جانے کے باوجود بھی ہمیں وہ صداقت اور حقانیت عطا فرما رکھی ہے، جس کو ہم اپنے عقائد کی صورت میں بیان کر سکتے ہیں اور یہی چمک ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گی، اس چمک پر موجود رہنے والے انسانوں کیلئے کوئی ایسا خطرہ نہیں ہوگا کہ جس کی بنیاد پر اگر کوئی ساتھ چھوڑتا ہے، تو اُس کی وجہ سے ان کو کوئی نقصان ہو سکے یہ قافلہ انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کو منزل مراد تک پہنچائے گا۔

ہمارے عقائد کے لحاظ سے جو مضمون ہے وہ بہت طویل ہے اس وقت اس مختصر سے پیریڈ میں ان موضوعات کو چھیڑ بھی نہیں سکتے، چہ جائیکہ تفصیلاً گفتگو ہو سکے، لیکن جو چند اہم باتیں ہیں اُن کو اس وقت زیر بحث لاتے ہیں۔

شانِ الوہیت کے بارے میں ہمارا عقیدہ

رَبِّ ذَوِ الْجَلَال کی ذات کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہماری جانوں کا خالق ہے ہمارا مالک ہے ہمارا اُسکی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے وہ حقیقی قیوم ہے وہ اُزلی ہے وہ ابدی ہے وہ دائمی ہے اُس پر کبھی زوال نہیں آ سکتا وہ سب کو نوازتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اُس کو نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ آتی ہے نہ وہ تھکتا ہے نہ کہیں وہ جاتا ہے کہ اس کے پیچھے سلطنت خالی ہو جائے، وہ ایسے امور سے پاک ہے، اُس کا علم اتنا وسیع ہے کہ ہم ایک حصے کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اُس کی ذات اجزاء سے پاک ہے، وہ ترکیب سے پاک ہے وہ جز بھی نہیں اور کل بھی نہیں ہے جزو کا بھی خالق ہے اور کل کا بھی خالق ہے، اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اسکی ذات بھی ہر عیب سے پاک ہے اور اسکی صفات بھی ہر عیب سے پاک ہیں، وہ رب رحمتوں والا ہے اور اسقدر کائنات پر شفقتیں کرتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے کروڑ سال بھی میسر کرے ایک لمحہ میں جو اللہ تعالیٰ کے اس پر انعامات ہو رہے ہیں ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔

رب کائنات کی ذات کے بارے میں ہمارے جو عقائد ہیں اُن کے لحاظ سے یہ بات سرفہرست ہے کہ ہم صرف اُسے ہی معبود مانتے ہیں، اُسکے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے، رب ذوالجلال کے سوا کسی چیز کو اگر کوئی شخص سجدہ کرتا ہے، تعظیم کی وجہ سے کر رہا ہے تو حرام کرتا ہے، اگر عبادت کی وجہ سے کرتا ہے تو کفر کرتا ہے، خالق کائنات جل جلالہ ہی معبود ہے اور وہی مسجود ہے وہی معبود برحق ہے اسی کو ہم سجدہ کرتے ہیں اس کے سوا کسی کیلئے بھی کسی دور میں سجدہ روا نہیں رکھا گیا۔

عقیدہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب کوئی چیز اس حد تک غالب ہو جائے کہ جانب مخالف ذہن سے ختم ہو جائے اور ایک ہی چیز کا راج ہو جائے اسکو عقیدہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

القضية يحزم بها العقل

وہ قضیہ کہ جس کے ساتھ عقل کو جزم ہو جائے، یعنی اس کے بارے میں صرف خیال نہ ہو، تصور نہ ہو، صرف وہم نہ ہو، صرف ظن نہ ہو، بلکہ اس حد تک اس کے بارے میں سوچ غالب ہو کہ جانب مخالف کو انسان جائز ہی نہ سمجھے

رب ذوالجلال کو ہم ایک مانتے ہیں، یہ ہمارا عقیدہ ہے اسکا مطلب کیا ہوگا، کہ اسکے برعکس رب دو ہوں ہم ذہنی طور پر اس کو جائز ہی نہیں سمجھتے اور اسکا معمولی سا خیال ہمارے نزدیک حرام ہے، اور عقل اسکا تصور بھی نہیں کرتی، اس طرف نہ خیال ہے نہ وہم ہے نہ ظن ہے، کوئی چیز بھی نہیں اس حد تک ہمارے ذہن میں یہ بات رائج ہے، کہ دوسرے پہلو کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اور ہم اپنے ذہن کے لحاظ سے پوری طرح اس پر مطمئن ہیں اور پکے ہیں، اور سو فیصد سے بھی زائد ہمارے عقیدے کی حقیقت ہمارے ذہن میں غالب ہے، کہ رب ذوالجلال واحد احد ہے، اور لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے، اسکی حقیقت ہمارے خیال سے بلند و بالا ہے، اسکی ذات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اسکی صفات میں بھی کسی طرح کا کوئی شریک نہیں ہے۔

اس مقام پر یہ بات سمجھنا بھی ضروری ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ہم جس وقت اقرار کرتے ہیں، تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔

توحید کیا ہے؟

توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی اور کو شریک نہ ماننا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک مانے گا، تو اس نے توحید کی خلاف ورزی کی ہے، اس نے شرک کا ارتکاب کیا ہے۔

الوہیت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کی الوہیت دو چیزوں کا نام ہے، کہ
(۱) اللہ تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا (۲) اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونا
واجب الوجود ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی واجب الوجود نہیں ہے اور رب ذوالجلال کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، وہی واجب الوجود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔
یہ توحید کا خلاصہ ہے اور یہ توحید کا گلدستہ ہے، یہ واجب الوجود ہونا نہ مجازی ہو سکتا ہے اور نہ ہی عطائی ہو سکتا ہے، نہ کسی کیلئے کسی معنی کے لحاظ سے اس کا کوئی جواز ہو سکتا ہے کہ کوئی تقسیم کرے ایک واجب الوجود حقیقی ہے، اور ایک واجب الوجود مجازی ہے، یا کوئی یہ کہے کہ ایک مستحق عبادت حقیقی ہے اور ایک مستحق عبادت مجازی ہے، نہیں ایسا ہرگز نہیں واجب الوجود مجازی ہو ہی نہیں سکتا واجب الوجود عطائی ہو ہی نہیں سکتا۔
مستحق عبادت کوئی مجازی ہو ہی نہیں سکتا، صرف ایک ہی ذات ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہی واجب الوجود ہے اور وہی مستحق عبادت ہے۔

یہ ہمارا عقیدہ ہے اور اس پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، کہ ہمیں ہر وقت

اس کی لذت محسوس ہوتی ہے، کہ ہم صرف ایک ہی رب کو سجدہ کرتے ہیں اور اُسکو ہی مستحق عبادت سمجھتے ہوئے اُس کو ہی واجب الوجود سمجھتے ہیں۔

اسمیں جو واجب الوجود کا لفظ استعمال ہو رہا ہے اسکو تھوڑا سمجھنے کی ضرورت ہے اس کائنات میں تین مفہوم ہیں۔

(۱) واجب الوجود (۲) ممکن الوجود (۳) ممتنع الوجود

1 واجب الوجود:-

اُس ذات کو کہا جاتا ہے کہ جس کا وجود ہر حال میں لازم ہو کبھی بھی اُس کا وجود معدوم نہ ہو سکے، کبھی بھی اُس کو زوال نہ آ سکے کبھی وہ نیست نہ ہو سکے، کبھی وہ فنا نہ ہو سکے، ہر حال میں اس کا وجود لازم ہے، ماضی میں بھی لازم تھا اب بھی لازم ہے، مستقبل میں بھی وہ وجود موجود رہے گا، لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس پر نفی نہیں آ سکتی وہ آج بھی ہے پہلے بھی تھا، کل بھی ہو گا جب سب کچھ ہلاک ہو جائے گا، پھر بھی وہ وجود موجود ہوگا، وہ وجود واجب ہے اور وہ صرف ایک ہی ذات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، تو واجب الوجود کا مطلب یہ ہوا کہ جس کا ہونا ہر حال میں لازم ہو اور کبھی بھی اس کے وجود پر عدم نہیں آ سکتا اور کبھی بھی وہ زوال پذیر نہیں ہو سکتا۔

(۲) ممکن الوجود:

ممکن وہ ہے کہ جس میں کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے، نہ ہر وقت اس کا عدم ضروری ہے اور نہ ہر وقت اس کا وجود ضروری ہے کبھی عدم ہوتا ہے اور کبھی وجود ہوتا ہے۔

جس طرح کہ ہم سارے ممکن ہیں، ایک وقت تھا کہ ہم معدوم تھے ہماری کوئی حقیقت نہیں تھی، اور اب وقت آیا ہم موجود ہو گئے اور پھر وقت آئے گا ہم معدوم ہو جائیں گے تو ممکن کبھی موجود ہوتا ہے اور کبھی معدوم ہوتا ہے، کبھی اس میں عدم ہوتا ہے اور کبھی اس میں وجود ہوتا ہے۔

جس طرح کہ ترازو کے دو پلڑے ہیں کبھی ایک بھاری ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا بھاری ہو جاتا ہے ماضی میں جس وقت ہم پیدا ہوئے تھے ہمارے عدم کا پلڑا بھاری تھا، آج ہمارے وجود کا پلڑا بھاری ہے پھر موت کی تلوار لٹک رہی ہے جب موت کی تلوار چل جائے گی تو پھر عدم کا پلڑا بھاری ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے بھی موجودات ہیں ان کا تعلق خواہ کسی چیز کے ساتھ ہو کسی صنف، کسی نوع، کسی جنس کے ساتھ ہو وہ تمام چیزیں ممکنات میں سے ہیں، ایک وقت تھا وہ نہیں تھیں جب اللہ نے ان کو پیدا نہیں کیا تھا تو عدم تھا، پھر وقت آیا وجود آ گیا۔ پھر فنا ہے تو عدم لوٹ آئے گا، تو ان تمام چیزوں کو ممکنات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۳) ممتنع الوجود:

ممتنع وہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو جس طرح واجب کا مطلب تھا کہ اُس کا ہر حال میں ہونا لازم ہے اسی طرح ممتنع کا مطلب یہ ہے کہ جس کا ہر حال میں نہ ہونا لازم ہو، نہ اُس کو ماضی میں وجود ملا اور نہ اب وجود ملا ہے اور نہ ہی کبھی اس کو وجود مل سکتا ہے۔

اسکی مثال شریک باری تعالیٰ ہے، میرے رب کا شریک نہ ماضی میں تھا نہ اب ہے اور نہ کبھی ہو سکتا ہے اس کا ہر حال میں عدم لازم ہے اسکا ہر حال میں معدوم ہونا لازم ہے وہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا اس کو کبھی وجود مل ہی نہیں سکتا وہ پایا ہی نہیں جاسکتا۔

تو یہ کل تین مفہوم ہیں ان میں سے جس کو ہم واجب الوجود کہہ رہے ہیں وہ رب کائنات کی ذات ہے باقی ساری ممکنات ہیں، اُس کے ممتنع کا سلسلہ ہے تو صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس کو واجب الوجود کہا جاسکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ فرد کوئی بڑی سے بڑی ذات اور کوئی بڑی سے بڑی شخصیت ہرگز وہ واجب الوجود نہیں ہے۔

یہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ذات کو کسی دلی پیغمبر رسول یا نبی اور کسی بھی مخلوق کے فرد کو اس کے سوا واجب الوجود نہیں مانتے سب کو اس کی مخلوق مانتے ہیں اور وقت تھا وہ نہیں تھے پھر وجود آیا پھر اس کے بعد موت کا ذائقہ بھی چکھنا پڑا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو خلیٰ قیوم ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گی اور اُس کو ہی واجب الوجود کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ دوسرا پہلو مستحق عبادت ہونا ہے

(۳) مستحق عبادت ہونا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، بلکہ اختصار سے یوں کہہ دوں کہ اس کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، یہ آسان سا جملہ ہے اور یہ ہزاروں مفہوم اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

رب کائنات کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے، معیار الوہیت یہ ہے کہ وہ واجب الوجود ہے وہ مستحق عبادت ہے، یہ چیزیں نہ عطائی ہو سکتی ہیں اور نہ مجازی ہو سکتی ہیں، اسکے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بیسیوں شانیں اپنے بندوں کو عطا فرما رکھی ہیں۔

قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی وصف اپنے بندوں کو مجازاً اُدے رکھے ہیں اور اُس سے شرک نہیں ہوا مثال کے طور پر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۷

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ مومنوں کا ولی ہے ان کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

۱۔ ظلمت سے نور کی طرف نکالنا اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنی شان بیان کی ہے۔

الرَّكِیَابُ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

سُورۃ ابراہیم آیت نمبر ۱

اے میرے محبوب علیہ السلام ہم نے آپ پر کتاب نازل ہی اس واسطے کی ہے تاکہ آپ لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جائیں وہی بات جو تیسرے پارے میں اپنے لئے کی وہی بات تیرھویں پارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فرمادی بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی آگیا۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
(سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۵)

کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آیات دے کر بھیجا تھا اور کہا تھا کہ تم قوم کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جاؤ۔

تو اب یہ وصف واجب الوجود کی طرح کا نہیں، واجب الوجود والا وصف مجازاً نہیں دیا جاسکتا، مستحق عبادت والا وصف عطائی نہیں ہو سکتا لیکن مدد کرنا مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ظلمت کے اسیروں کو نور کا سفیر بنادینا اور ظلمت کے قیدیوں کو نور کا مہمان بنادینا کفر میں ڈوبے ہوؤں کو فردوس کا وارث بنادینا ان کی مشکل کشائی کرنا حاجت روائی کرنا ان کو اندھیروں سے نکال کر صراطِ مستقیم پر کھڑا کرنا یہ اللہ کے اذن سے اللہ کے پیغمبر اور نبی علیہ السلام بھی کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہے، اور ان کا یہ منصب قرار دے دیا ہے کہ یہ میرے اذن سے لوگوں کو ظلمت سے نکال کے نور کی طرف لے جاتے ہیں۔

میں بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہوں اور میرے اذن سے تم بھی یہی کام کرنے والے ہو۔

لہذا لوگوں نے جو خود ساختہ توحید بنا رکھی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے عطائی اوصاف بھی کسی میں نہیں ہو سکتے اگر مانیں جائیں گے تو شرک لازم آجائے گا قرآن مجید کی پچاس سے زائد آیات اُن کی وہی توحید کا رد کرتی ہیں۔

اب دیکھو اللہ تعالیٰ واضح طور پر اپنے لئے فرما رہا تھا کہ میں لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہوں اور پھر فرمایا میرے نبی علیہ السلام بھی نکالتے ہیں اب بات تو لفظ کے لحاظ سے ایک ہی ہے اگرچہ نکالنے میں بڑا فرق ہے۔
لیکن دونوں پر ایک ہی وصف کا اطلاق کیا جا رہا ہے۔
تو پتہ چلا کہ الوہیت ایسی چیز ہے جو کسی کو نہیں دی جاسکتی ایک لمحہ کیلئے بھی الوہیت مجازی مل ہی نہیں سکتی، الوہیت کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی لیکن یہ شعبہ جات جو ہیں۔
کہیں بدر میں فرشتوں کو بھیج کر جب مدد کروا تا ہے، تو اس بات کو واضح کر دیتا ہے اگرچہ یہ میرے بندے ہیں لیکن میری مدد کا مظہر بن کے میرے بندوں کی مدد کر سکتے ہیں، اور اسکو شرک نہ کہنا میں اپنے بندوں سے اپنے بندوں کی مدد کروا دیتا ہوں۔
اسمقام پر جو میں نے یہ جملہ بولا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

شاید کسی کے ذہن میں سوال پیدا ہوا دھر بار بار یہ کہہ رہے ہو کہ اسکی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں اور ادھر کہتے ہو کہ ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کی صفت اللہ تعالیٰ کی بھی ہے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہے تو شرک اس سے ہو گیا، آپس میں اشتراک ہو گیا، آپس میں مشارکت ہو گئی، ایک صفت اللہ تعالیٰ کیلئے مان لی اور وہی صفت نبی علیہ السلام کیلئے بھی مان لی۔

تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں اور میں اسی بات پر قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں جس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اگر اس لحاظ سے غیر کی مانی جائے گی تو شرک لازم آجائے گا میرے رب کی کوئی ایسی صفت نہیں جو اس کو کسی نے دی ہو، اور اللہ کو اس چیز کا مالک کسی اور نے بنایا ہو، جس صفت کا حصول اس نے غیر سے کیا ہو، جس میں تصرف وہ غیر کے اذن سے کرتا ہو، اور غیر کی قدرت سے کرتا ہو میرے رب کی ایک صفت

بھی ایسی نہیں ہے میرے نبی علیہ السلام اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء علیہم الرحمۃ کی کوئی صفت بھی ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے دینے کے بغیر ہوساری اللہ تعالیٰ کے دینے کے ساتھ ہیں، شرک تب لازم آتا تھا یا تو ساری اللہ تعالیٰ کی عطائی مان لی جائیں، یا کوئی ایک عطائی مان لی جاتی یا ان اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کی ذاتی مان جائیں اور اللہ تعالیٰ کی اس میں توفیق اور اذن کا کوئی دخل نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے ساتھ بھی کسی پیغمبر یا ولی کی صفت کا اشتراک لازم آ ہی نہیں رہا، اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ساری صفات ذاتی ہیں اور ان میں کسی کی عطا کا کوئی دخل نہیں لیکن جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اولیاء کرام ہیں اپنے طور پر تو پتا بھی نہیں ہلا سکتے لیکن اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے کہ ان کی آنکھ کا اشارہ ہوتا ہے تو کائنات بدل جاتی ہے۔

اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کا مظہر بنا دیا، لہذا میرے رب کی ذات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے اور صفات میں بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

اگر یہاں بولا جا رہا ہے اور بولنے کی اجازت قرآن دے رہا ہے کہ یہ تم کہہ سکتے ہو اللہ تعالیٰ بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتا ہے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ماہ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالتے ہیں، قرآن مجید دونوں طرح کہنا جائز قرار دے رہا ہے۔

لیکن ہر ایک کا یہ عقیدہ ضرور ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے وہ نکالنے میں نہ تو کسی کی اجازت کا محتاج ہے اور نہ کسی کی طاقت کا محتاج ہے اور نبی علیہ السلام ظلمت سے نور کی طرف اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نکالتے ہیں، اُس کی دی ہوئی توفیق سے نکالتے ہیں۔

مختتم سامعین حضرات

اللہ تعالیٰ کی ذات کو جس طرح یہ ماننا لازم ہے کہ اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ایسے ہی یہ بھی ماننا لازم ہے کہ اُس کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔

اس سلسلے میں بھی آج بہت زیادہ بگاڑ پیدا کیا جا رہا ہے۔ جو چیزیں بندوں میں عیب سمجھی جاتی ہیں۔ اُن کو اللہ تعالیٰ کیلئے عیب نہیں سمجھا جا رہا، مگر کرنا بندے میں عیب ہے، دھوکہ دینا عیب ہے اور جھوٹ بولنا اگر بندے کے اندر یہ صفت ہو تو عیب ہے اگر بندے میں یہ صفتیں عیب ہیں تو کیا مولیٰ میں اللہ تعالیٰ میں یہ صفتیں عیب نہیں ہوں گی، مگر فریب، دھوکہ، دغا، جھوٹ یہ ساری عیب کی باتیں ہیں، میرا رب تو کروڑ مرتبہ اس سے پاک ہے، کسی طرح بھی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا جو علم ہے وہ ہمیشہ سے ہے، ازل میں سب کچھ جانتا تھا اور ازل میں اُس کو سب کچھ پتہ تھا، کوئی بھی ایسا عقیدہ نہیں رکھا جائے گا کہ جس کے اندر یہ بیان کیا جائے کہ ایسا ہوا تو پھر رب کو پتہ چلا، ایسا کام رونما ہوا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم آیا، ایسا تو ہر گز نہیں ہے، ہمارا رب تو ہر وقت جانتا ہے، ہمیشہ سے جانتا ہے، یہ کائنات ابھی تک نہیں بنی تھی، پھر بھی جانتا تھا، اور کائنات کو بنایا تو اب بھی ہر وقت سب کو جاننے والا ہے، ایک لمحہ کیلئے بھی ہم اُس کیلئے کوئی ایسی حالت نہیں جانتے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کیلئے معاذ اللہ کسی جہالت کو تسلیم کر لیا جائے وہ ہر وقت جاننے والا ہے اور ہر کسی کو جاننے والا ہے۔

اب آپ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ ایسا تو کوئی بھی نہیں ہو سکتا جو ایسا کہتا ہو، تو میں آپ کے سامنے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ پڑھتا ہوں اور اس کا مختلف ترجمہ کرنے والوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ آپ کو سناتا ہوں، اردو میں آپ کو واضح طور پر پتہ چل جائے گا کہ ترجمہ میں کس چیز کا اقرار کیا جا رہا ہے اور کس انداز سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے لحاظ سے معاذ اللہ جہالت کا ایک وہم پیدا کیا جا رہا ہے، کہ ایسا ہوا تو پھر علم آیا اگر ایسا نہ ہوتا تو علم نہ آتا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم ہمیشہ سے ہے، اور کبھی اُس علم میں لائق قطع ہونے والا نہیں ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ
يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

(سورة البقرة آیت نمبر ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ قبلہ جس پر آپ تھے ہم نے اُسی پر آپ کو پکا کیا
کیوں؟ إِلَّا لِنَعْلَمَ تاکہ ہم ظاہر کریں، کہ کون ہے جو رسول کی پیروی کرتا ہے اور
کون ہے جو قدموں کے بل پھر جاتا ہے۔

یہ قبلہ والا معاملہ ہم نے اس لئے کیا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کون مومن
ہے اور کون کافر ہے، اصل میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے تو
اُس وقت کعبہ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب مدینہ شریف میں آپ
تشریف لے گئے، تو کچھ وقت کیلئے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں
اور پھر آپ کا چہرہ کعبہ اللہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

اس بات کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان کر رہا ہے۔

مختلف مترجمین کا ترجمہ:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ
عَلَىٰ عَقْبَيْهِ

محمد جو ناگڑھی: اس کا جو کیا ہوا ترجمہ ہے اور جو حاجیوں کے ہاتھ میں تھما دیا
جاتا ہے اور سعودی حکومت چھاپ چھاپ کے اُس کو اپنے عقائد و نظریات کی ترویج
کیلئے مفت تقسیم کرتی ہے۔

اس آیت کا ترجمہ اُس نے اس طرح کیا۔

ترجمہ:

جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا تاکہ ہم

جانئیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تابعدار کون ہے۔

یہ بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ جو قبلہ پہلے تھا وہی ہم نے کچھ وقت کیلئے پکا کر دیا، ایسا ہم نے کیوں کیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 اَلَا نَعْلَمُ

ترجمہ: اس کا کیا ہے، تاکہ ہم جان لیں ہم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

تاکہ ہم جان لیں کہ کون ہے جو پکا مومن ہے اور کون ہے جو پھر جائے گا۔

اس محاورے سے آپ سب واقف ہیں کہ اس میں خرابی کون سی ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب پڑھی تاکہ میں جان لوں کہ وضو کیسے کیا

جاتا ہے۔ میں نے یہ درس سنا تاکہ جان لوں کہ روزے کے مسائل کیا ہیں۔

تاکہ مجھے پتہ چل جائے، تاکہ ہم جان لیں، اس کا مطلب کیا ہوگا کہ پہلے

نہیں جانتے، اب جانیں گے، قبلہ کی تبدیلی سے پہلے ہم نہیں جانتے کہ کون پکا مومن

ہے اور کون کافر ہے، کون ہمیشہ ساتھ رہے گا اور کون چھوڑ جائے گا۔

اور کون یہ سمجھے گا کہ مدار تو محبوب علیہ السلام کی اداؤں پر ہے۔

یہ جدھر پھرتے ہیں ہم ادھر پھر جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ واضح کرنا چاہتا ہے،

لیکن خالق کائنات جل جلالہ تو ازل سے جانتا ہے، کہ کون مومن ہے۔ اور کون منافق

ہے، تو یہ کیسے ہوا۔

ہم نے آپ کے قبلہ کو پکا کیا تاکہ ہم جان لیں اس سے علم کا حدوث لازم

آئے گا۔ کہ پہلے علم نہیں اب علم پیدا ہوگا، اب علم آئے گا تو جو علم بعد میں تھا اُس کی جگہ

پہلے معاذ اللہ جہالت ہوگی اور میرا رب تو ہر جہالت سے پاک ہے۔ تو پھر اس کا

مطلب کیا بنا تاکہ ہم جان لیں۔

اب آپ خود دیکھیں کہ اردو میں ایسا ترجمہ کرنا قرآن مجید کی ترجمانی نہیں

ہے، کہ باب علم یعلم کا معنی کر دیا، علم اُس نے جانا یعلم وہ جانتا ہے۔
 نہیں نہیں اس جگہ وہ ترجمہ کرنا پڑے گا جس میں لفظ کا بھی لحاظ ہو اور پورے
 قرآن کا بھی لحاظ ہو اور رب کی شان کا بھی لحاظ ہو، ادھر صرف کا لحاظ کرتے کرتے اللہ
 تعالیٰ کے دربار سے پھر جائیں تو اُس علم کا فائدہ کیا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ تو ازل سے جانتا ہے، کہ میں جب قبلہ بتاؤں گا تبدیلی ہوگی، کون
 پیچھے رہے گا اور کون محبوب علیہ السلام کا ساتھ دے گا، وہ تو ازل سے جانتا ہے۔ اب
 اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ کو پتہ نہیں چلے گا وہ تو پہلے ہی جانتا ہے۔ بعد میں اُس کی
 تفصیل سامنے آجائے گی۔

لیکن جو شخص یہ ترجمہ پڑھے گا تا کہ ہم جان لیں کیونکہ وہ خالی الذمن ہوگا وہ
 یہی عقیدہ بنا کے بیٹھ جائے گا کہ جیسے ہم کوئی کام کرتے ہیں تو بعد میں علم آجاتا ہے،
 بیان سنتے ہیں تو علم آجاتا ہے، اور کتاب پڑھتے ہیں تو علم آجاتا ہے، شاید ایسے واقعہ
 ہو تو اللہ کو علم آگیا، یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ماننا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر وقت جانتا
 ہے، ماضی سے جانتا ہے، اور کوئی چیز بھی اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شاہ عبدالقادر دیلوی کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعِ الرَّسُولَ مِمَّنْ
 يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

ترجمہ: اسی واسطے کہ معلوم کر لیں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا، ہم
 نے یہ کام کیا تا کہ معلوم کر لیں۔

یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ اس کا معنی کیا بنتا ہے، مثلاً آپ کہتے ہیں۔ کہ میں جا
 رہا ہوں تا کہ معلوم کر لوں، پہلے تو مجھے علم نہیں ہے اب مجھے علم آجائے گا، میں نے یہ
 کام اس لئے کیا تا کہ معلوم کر لوں، میں نے یہ خط اس لئے پڑھا تا کہ معلوم کر لوں کہ

بھائی کا حال کیا ہے۔

تو ”تا کہ معلوم کر لوں“ والے الفاظ دلالت کر رہے ہیں، کہ پہلے معلوم نہیں تھا اب معلوم ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ اُس وقت بھی جس وقت جب اور کب کا تصور بھی نہیں تھا جاننے والا تھا۔

فتح محمد جالندھری کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ
يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ

جس قبلے پر تم پہلے تھے اُس کو ہم نے اس لئے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کون ہمارے پیغمبر کا تابع ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔

کہ معلوم کریں اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ پہلے تو معاذ اللہ معلوم نہیں اب معلوم کریں۔

اب دیکھو بظاہر تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی آڑ میں شان رسالت کی گستاخیاں کی جاتی ہیں اور جب توحید کا معاملہ آیا وہاں بھی یہ لوگ اتنے کچے ثابت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی توحید کے اندر جو سرفہرست بات تھی اُسی کے لحاظ سے معاذ اللہ اتنا دھوکہ دیا جا رہا ہے، اور اس انداز سے ترجمہ کیا جا رہا ہے کہ قرآن مجید کی ترجمانی کا خیال نہیں کیا جا رہا۔

میرے رب کی توحید کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی طرف کسی عیب کی نسبت نہیں کی جاسکتی جہالت بہت بڑا عیب ہے اور میرا رب ہر لمحہ اس عیب سے پاک ہے۔ ماضی میں بھی حال میں بھی مستقبل میں بھی ہر عیب سے منزہ ہے۔

لہذا یہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر رٹے رٹائے لفظ کام نہیں دیتے جہاں کام دیتی ہے تو بارگاہ نبوت سے ملی ہوئی روشنی کام دیتی ہے۔

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت عشاق کے سالار بریلی کے تاجدار

امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ
يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

ترجمہ: اے محبوب تم جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون
رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون سے لوگ ہیں جو پھرنے والے ہیں۔

اس مقام پر اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ یہ ظاہر فرما رہا ہے وہ تو ازل
سے جانتا ہے اِلَّا لِنَعْلَمَ کا معنی یہ ہے کہ ہم ظاہر کر دیں یہ نہیں کہ ”تا کہ ہم جانیں جانتا تو
وہ پہلے بھی ہے، لیکن لوگوں کو پتہ نہیں کہ کون مومن ہے کون کافر ہے۔ اِلَّا لِنَعْلَمَ تا کہ ہم
ظاہر کر دیں۔ اور ہمارے علم کا اظہار ہو جائے۔“

ہم تو ماضی سے جانتے تھے لوگوں کو اب پتہ چل جائے، اِلَّا لِنَعْلَمَ ہمارے علم
کا ظہور ہو جائے ہم اپنے علم کو ظاہر کرنے کیلئے کہ جو ہم جانتے ہیں وہ ہمارے بندوں کو
بھی پتہ چل جائے، ہم نے قبلہ والا مسئلہ بنا دیا تا کہ لوگوں کیلئے ظاہر کر دیں۔ کہ کون
ہے وہ جو رسول علیہ السلام کا پکا غلام ہے، اور کون وہ ہے جو پیچھے پھر جانے والا ہے۔

اب دیکھو یہ ہے ایمان کا تقاضا کہ جس میں لفظوں کو یوں پڑھا جاتا ہے کہ
رب کی شان سامنے ہے وہ ذرا بھی آگے پیچھے نہیں ہونے دے گی، اور ضمیر یہ
برداشت ہی نہیں کرے گا، کہ ہم لفظ کی ایسی پابندی کریں کہ اللہ تعالیٰ کی شان کی
توحین کر ڈالیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر اس کی ایسی وضاحت کی ہے
اور اس انداز میں اس کو بیان کیا ہے تا کہ ہم ظاہر کر دیں
اب اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔

لفظ کا ترجمہ بھی ہو جائے گا اور قرآن مجید کی ترجمانی بھی ہو جائے گی۔
محتشم سامعین حضرات۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں مکر کا لفظ بولنا کہ اللہ تعالیٰ نے معاذ اللہ مکر کیا، معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے دھوکہ دیا، یہ ساری باتیں اُن لوگوں کے ترجمے میں موجود ہیں، لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔
جب ایک بندہ مکار ہو تو وہ بڑا معیوب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بولنا اور اُس کی طرف مکر کی نسبت کرنا۔

آخر اردو میں اگر ترجمہ کیا جا رہا ہے تو اردو محاورے کو عربی محاورے کے تابع کرنا پڑے گا، کوئی بھی عربی جاننے والا مکر اور مکر اللہ کو پڑھے گا تو اُن کے اندر اپنے ادب کی لذت ہے کہ خالق کائنات نے مکر اللہ کا لفظ محض مقابلے کیلئے بول دیا، اسمیں لفظ مکر حقیقی معنی کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ مکر تو اُن کیلئے حقیقت میں ہے کہ انہوں نے مکر کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اُن کے مکر کا جواب دیا اور خفیہ تدبیر کی۔

اب یہ جس طرح عربی جاننے والے کو خود پتہ ہے وہ یہ الفاظ پڑھ کے مکر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف منسوب نہیں کرے گا، اردو والے کو بھی تو حوصلہ کرنا چاہیے اور شرم کرنی چاہیے کہ بات جب اللہ تعالیٰ کے دربار کی ہو رہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے اردو ادب کو تابع کر دینا چاہیے اور اس انداز میں ترجمہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کسی عیب کی نسبت نہ ہو سکے۔

ایسے ہی جھوٹ کا معاملہ ہے، اُس کیمپ کے لوگوں نے جھوٹ کو ثابت کرنے کیلئے کتابیں لکھیں اور آخر سوئی یہاں پہ آ کے رک گئی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ جو ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جھوٹ کا لفظ بولا اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا نہیں جھوٹ بول سکتا ہے۔

اُس میں بولنے کی صلاحیت ہے، مگر بولتا نہیں ہم اللہ تعالیٰ کو عظیم مانتے ہیں۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا نہیں ہے لیکن چونکہ اُس کی ہر چیز پر قدرت ہے تو پھر جھوٹ پر بھی قدرت ہے، جھوٹ بول سکتا ہے، اگرچہ وہ بولتا نہیں۔
تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے باقاعدہ اس بارے میں ایک کتاب لکھ دی
آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی وہ جھوٹ بول سکتا
ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں، عیب کی صلاحیت ہونا کوئی کمال تو
نہیں ہے، اُس میں جھوٹ بولنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، وہ جھوٹ بول سکتا ہی
نہیں، وہ ہر چاہت پہ قادر ہے اور اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر محمود پر قادر ہے، مذموم
کی تو بات نہیں ہے۔

اس واسطے جہاں بھی تمہیں ادب رسالت پر جا کر حتمی بات ملے گی وہ بھی اس
امت برحق کی ہے، اور طائفہ منصورہ کی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کے ادب کا تقاضا تھا،
وہاں بھی ان اہل حق نے اس کو مکمل کر کے دکھایا ہے۔

عقیدہ شانِ رسالت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رسالت کے بارے میں جو ہمارا عقیدہ
ہے وہ یہ ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات و صفات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی
مخلوق مانتے ہیں ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر مخلوق نہیں مانتے ہم آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عبد مانتے ہیں مگر وہ عبد جو عبدِ خاص ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنا عبد
کہہ کے پکارتا ہے۔

ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل بشر مانتے ہیں، اور اس میں کسی کو کسی
طرح کا کوئی شک نہیں، بشریت قرآن مجید کا مضمون ہے اور ہمارے عقیدہ کا حصہ
ہے، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیوب سے پاک مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہونے میں بے مثال ہے، اُس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ صفات میں بھی کوئی شریک نہیں، کوئی عیب نہیں، اور مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ نے جس ذات کو سرفہرست تمام عیوب سے پاک بنایا ہے وہ ذات ہمارے محبوب علیہ السلام کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے لحاظ سے اخلاق کے لحاظ سے کمالات کے لحاظ سے کمالات کے لحاظ سے کمالات کے لحاظ سے اوصاف کے لحاظ سے اختیارات کے لحاظ سے محبوب علیہ السلام کو اتنا عظیم بنادیا ہے کہ ہمارا طائر فکر بھی اُس بلندی تک پرواز نہیں کر سکتا، جہاں سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے جھنڈے آغاز میں لہرا رہے ہیں۔

مختتم سامعین حضرات

یہاں پر یہ بات ہر ایک کے عقیدے میں ہے کہ کوئی سادہ سے سادہ انسان بھی ہو تو اُس سے پوچھ لو وہ یہ نہیں کہے گا کہ ہم نبی علیہ السلام کو معاذ اللہ تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں، ہرگز کسی کا عقیدہ نہیں، کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ ہم نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ٹکڑا مانتے ہیں، بیٹا ہونا بھی نہیں اور ٹکڑا بھی نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ تو ٹکڑے سے اور جزو سے پاک ہے کیونکہ وہ تو جزو کا بھی خالق ہے اور کُل کا بھی خالق ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کے ولد اور بیٹے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ عبد خاص ہیں، اور وہ سیدۃ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جلوہ گر ہوئے ہیں، لیکن اس نورانیت کے ساتھ جلوہ گر ہوئے ہیں کہ عام لوگوں کی بشریت ظلمت ہوتی ہے اور میرے محبوب علیہ السلام کی بشریت اس انداز کی ہے کہ جب انداز بشر میں جلوہ گر ہو رہے تھے ولادت کے وقت بھی دور دور تک بصرہ کے محلات بھی روشن ہو چکے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نور مانتے ہیں۔

نُورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو جو اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم مانتے ہیں تو اس کا مطلب ٹکڑا ماننا نہیں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیوں کا محور مانتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویسے تو ہر چیز اُس نے پیدا کی اور ہر چیز میں اُسی نے روح پھونکی لیکن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِي (سورۃ ص آیت نمبر ۷۲)

میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ روح کے دو حصے بن گئے ایک اللہ تعالیٰ میں رہی اور ایک حضرت آدم علیہ السلام میں آگئی نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں یہ قرآن ہے یہ کسی کی بنائی ہوئی داستان تو نہیں ہے جس کا لفظ وہاں بھی آیا ہے جیسے ہم۔

”نورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ“ کہتے ہیں، وہ نُورٌ مِّنْ رُّوْحِي میں نے اپنی روح سے روح پھونکی تو مطلب یہ تھا کہ جو روح میں نے ان کو دی ہے وہ جس قدر میرے جلوؤں کا مظہر ہے دوسری روحوں میں نہیں ہیں۔

ایسے ہی نورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ کا مطلب ٹکڑا ہونا نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس نور سے نبی علیہ السلام کو پیدا کیا جو پوری مخلوق سے بڑھ کر اللہ کے جلوؤں کا مظہر بنا ہوا تھا۔

آپ ”نورٌ مِّنْ نُورِ اللَّهِ“ ہیں پوری کائنات سے بلند و بالا ہیں اور یہ واضح فرق ہے لوگ محض لفظ نور کے اطلاق سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ شرک ہو گیا، نہیں نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جو نور ہے وہ نورِ خالق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے وہ نورِ مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کا نور پیدا کرنے والا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا

ہونے والا تو درمیاں میں کتنا فرق ہے، شرک تو تب ہو جب ہم اس نور کو بھی نور خالق مانتے ہوں کہ یہ بھی نور ہے جو پیدا کرنے والا ہے۔

پیدا ہونے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے نور کو کسی نے پیدا نہیں کیا، اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

یہ وہ بات ہے جو شرک کی جڑیں کاٹ رہی ہے، کہ اللہ تعالیٰ بھی نور ہے اور نبی علیہ السلام بھی نور ہیں، مگر وہ اللہ نور ہیں جس نور کو ہم جسم نہیں کہہ سکتے اور یہ وہ نور ہیں کہ جس کو جسم کہہ سکتے ہیں اللہ کی ذات وہ نور ہے کہ جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے چونکہ جو حدود کے اندر بند ہو وہ معبود نہیں ہوتا اور یہ شکل و صورت والے ہیں حدود کے اندر نور ہے اس واسطے درمیان میں کروڑوں درجے کا فرق۔

وصف بشریت

بشریت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف ہے جس کی وجہ سے اس مخلوق کو فائدہ لینا آسان ہو سکا، اگر محبوب علیہ السلام کے نور میں حجاب بشریت نہ ہوتا تو جو آتا جل کے راکھ ہو جاتا، کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہ بنتا کوئی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہ بنتا تو اللہ نے اس نور کو یہ حجاب بشریت عطا کیا ہے بشریت طے شدہ عقیدہ ہے اس کا کوئی انکار نہیں کرتا بات ہے نور ہونے کی یا نور نہ ہونے کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو سعادت بخشی ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مان رہے ہیں اور ہمارے پاس قرآن بھی ہے حدیث بھی ہے لیکن جن لوگوں کو آج تک سمجھ نہیں آئی وہ بالکل اس مسئلے میں کورے ہیں، اُن کے پاس ایک بھی دلیل نہیں ہے آیت تو آیت رہی حدیث شریف بھی اُن کے پاس نہیں ہے، جو اُن کے موقف کو ثابت کرتی ہو، محض جان چھڑانے کیلئے بحث کو غلط رنگ دے رہے ہیں۔ ورنہ اُن کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

اس واسطے بشریت والی آیات ہمارے خلاف کوئی بندہ تب پڑھے جب ہم نے بشریت کا انکار کیا ہو، بشریت کا انکار تو کفر ہے، کوئی بشریت کا منکر اہل حق میں ہے ہی نہیں، ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مانتے ہیں، مگر ہم بشریت کو یوں بیان نہیں کرتے جیسے وہ بیان کرتے ہیں۔

کسی حقیقت کو ماننا اور چیز ہے مگر اس کے انداز بیان کو بنانا اور چیز ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بندے کی والدہ اُس کے باپ کی بیوی ہی ہے یہ حقیقت ہے لیکن اس کو اس انداز میں تو کوئی بھی بیان نہیں کرتا، بیان کرتا ہے اُس کو والدہ کہہ کے، اس کو امی کہہ کے اُس کو باپ کی بیوی کہہ کے کوئی بھی بیان نہیں کرتا۔

بلا تمثیل بشریت تو ایک حقیقت ہے لیکن اُس کو یوں بیان کرو جو اُس کے کمال کا طریقہ ہے، اور یوں اُس کو بیان نہ کرو جو توہین کا طریقہ ہے، بشریت حقیقت ہے، اس واسطے کوئی ہمارے خلاف بشریت والی آیات نہ پڑھے وہ تب ہو جب ہم نے انکار کیا ہو، ہم تو خود بار بار کہہ رہے ہیں۔

کسی سادہ سے سادہ سنی سے پوچھ لو اُس کا یہی عقیدہ ہے بشریت تو سرکاری ہے لیکن جھگڑا اصل میں نورانیت کا ہے اب تم سامنے آ جاؤ، ہم نورانیت ثابت کرتے ہیں تم ایک بھی آیت پیش کرو، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ نُورًا

اے نبی ہم نے تجھے نور نہیں بنایا۔ ایک آیت تم پیش کرو ایک آیت کیا تم ایک حدیث لے آؤ، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو لُسْتُ نُّورًا

میں باقی سب کچھ ہوں مگر نور نہیں ہوں، یا ایک قول صحابی کا لے آؤ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی نے کہا ہو مَا كَانَ مِنْ نُّورٍ نُّورًا کہ ہمارے نبی علیہ السلام نور نہیں تھے، سورج مغرب سے طلوع ہو سکتا ہے۔ آیت تو آیت رہی

حدیث تو حدیث رہی ضعیف تو ضعیف رہی صحابی کا قول بھی کوئی نہیں پیش کر سکتا۔
 چونکہ وہ بالکل خالی ہیں، بات کو غلط رنگ دیا جا رہا ہے، بشر کی آیات کی رٹ
 لگائی جا رہی ہیں، وہ تب ہو جب انکار بشریت موجود ہو، وہ تو ہے ہی نہیں اصل میں
 بات ہے نور ہونے کی، یا نور نہ ہونے کی اللہ تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی۔
 قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۱۵)
 تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب اسمیں نور
 سے مراد ہم نے ہی نہیں اُن کے بڑوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مراد
 لی ہے، پھر قرآن مجید کی دیگر آیات پھر احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال اور پوری
 امت کا تسلسل سے عقیدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا ہے پوری امت میں
 کوئی ایک شخص بھی تمہیں ایسا نہیں ملے گا، جو محدث مفتی فقیہ اور کوئی قابل ذکر انسان
 ہو اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی نفی کر رہا ہو۔
 پوری طراط مستقیم پر جو لائننگ ہے وہ میرے محبوب علیہ السلام کے عقیدہ
 نورانیت کی ہے۔

محترم سامعین حضرات

اس سلسلے میں بشریت والی آیات کے پڑھنے کا کوئی موقع نہیں وہ کوئی منکر ہوتا تو
 پڑھی جاتیں اصل یہ مسئلہ ہے چونکہ اُن کے پاس دلیل نہیں ہے لہذا بحث کو غلط رنگ دیا جا
 رہا ہے یہ آپ اچھی طرح نوٹ کر لیں، کوئی بڑے سے بڑا ہو اُن سے پوچھ لیں ہمارے کئی
 سال گذر گئے ہیں آج تک کوئی بندہ اس کا جواب دے ہی نہیں سکا، یہ حقیقت ہے کہ ہم
 بشریت کا اقرار کر نیوالے ہیں، اور نورانیت کا بھی اقرار کرنے والے ہیں۔

ہمارے ہاں نہ بشریت کا انکار ہے اور نہ نورانیت کا انکار ہے، لیکن اُن کے
 ہاں نورانیت میں ہے، وہ چاہیں تو دلیل دیں۔ وہ ایک بھی آیت ایسی کہ جس میں نور

کی نفی کی گئی ہو وہ موجود نہیں ہے۔

بشر تو ظاہر الجلد کو کہتے ہیں، کبھی وہ مٹی کا بھی ہو سکتا ہے اور کبھی وہ نور کا بھی ہو سکتا ہے سولویں پارے میں حضرت جبریل علیہ السلام کو بشر کہا جا رہا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (سورہ مریم، آیت ۱۷)

حالانکہ جبریل علیہ السلام تو نور ہیں، تو پتہ چلا کہ بشریت کوئی نور کی اپوزیشن نہیں ہے۔ کہ ہر جگہ یہ دور دور ہیں، کبھی اتفاق بھی ہو سکتا ہے۔

جو لوگ اسکا انکار کرتے ہیں، نور کا انکار کرنے کیلئے خاص طور پر نور کی نفی والی آیت پڑھنی پڑے گی یا حدیث پڑھنا پڑے گی۔

باقی جو لفظ مثل ہے، وہ بھی گھنٹوں کی بحث ہے بالخصوص اس کے بارے میں ہمارا لیکچر ”مفہوم قرآن بدلنے کی واردات“ موجود ہے، اُس کو آپ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ تمام بشر والی آیات کا مطلب بیان کیا کہ بشر کا مطلب کیا ہے۔

اسمیں میں مثل کا لفظ آگیا اس کا مطلب یہی کہ ان کو تم مخلوق سمجھو خالق نہ سمجھو جس طرح لوگو تم مخلوق ہو اسی طرح یہ بھی مخلوق ہیں۔

جس طرح تمہارا خالق اللہ ہے ان کا خالق بھی اللہ ہے، یہ مثل کا مطلب ہے نہ کہ ہر وقت یہ رٹ لگائے رکھو کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں اُن کے بھی دو قدم ہیں ہمارے بھی دو قدم ہیں یہ لفظ مثل کا تقاضا نہیں ہے کہ ہر جہت میں اُنکو اپنا مثل بنالو، اور اسی پر ہی لیکچر دیتے رہو، ورنہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے، سورۃ الانعام آیات نمبر 38۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ
یک (سورۃ الانعام آیات نمبر 38)

کائنات میں جتنے چوپائے ہیں، اور جتنے پرندے ہیں وہ تمہاری مثل امت ہیں اب سب کو کہا کہ وہ تمہاری مثل ہیں، دابۃ میں خنزیر بھی ہے دابۃ میں کتا ہے، اور

پرندوں میں کوئی بھی ہے ساری چیزیں آگئیں۔

اب کون ہے تو حید پرست جو روزانہ یہ آیت پڑھ کے درس دیتا ہو اور کہتا ہو کہ ہم کتے جیسے ہیں ہم کوئے جیسے ہیں، ہم خنزیر جیسے ہیں۔

آیت کا ترجمہ پڑھے اور آیت میں مثل پڑھے اگر ایسا نہیں ہوتا اسمیں تو ہمیں سمجھتے ہو، کہ وہ تو مثل ہے مخلوق ہونے کے لحاظ سے اب اسکو سبق نہیں بنانا کہ ہر وقت ہم کتے کیساتھ مثل ہی بنتے رہیں، اگر یہ بیان کرنے سے تمہاری توہین ہوتی ہے، تو وہ بیان کرنے سے تمہارے انداز میں ہمارے محبوب علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے، وہ آیت اگر مثل والی ہے تو یہ بھی مثل والی ہے۔

امم امثالکم، پھر ان کی مثلیت کے بھی دعوے کیا کرو، کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں کتوں کی مثل بنادیا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہمیں خنزیریوں کی مثل بنادیا، اس انداز میں تو کوئی تو حید بیان نہیں کرتا۔

آخر وہاں ہی جا کے ہاتھ ڈالا جاتا ہے، جن کے قدموں کی خاک تک بھی کوئی کروڑ سال تک بھی نہیں پہنچ سکتا، وہ مقام اتنا بلند و بالا ہے۔

فلک کو اس بلندی پر بھی وہ عظمت نہیں حاصل
جبین خاک سے پوچھو مقامِ نقشِ پا کیا ہے
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے جو غبار لگ جاتا ہے اُس کے مقام
تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا، یہ اُن کو بھول ہو چکی ہے، ہم ٹھنڈے دل سے دعوت فکر
دیتے ہیں۔

اس مقدس ماحول کی وساطت کو لے کر وہ لوگ سوچیں اگر کوئی غلط فہمی واقعی
دور کرنا چاہتا ہے تو ہم ہر لحاظ سے اُس کی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے ویسے بھی تیار ہیں ہم
نے قرآن و سنت کے یہ دلائل پیش کر دیئے ہیں۔

اب ہر شخص جو اس عقیدے پر نہیں ہے بات سن رہا ہے یا بالواسطہ بعد میں سنے گا حذر ایک مرتبہ ٹھنڈے دل سے تنہائی میں بیٹھ کے سوچے تو سہی کہ آخر نبی علیہ السلام کو ماننے کا مطلب کیا ہے۔

اور اسکی حقیقت کیا ہے، اور اسکا ہم سے کس طرح کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آج اگر ہم نور کہیں تو اس پر فتوے ہیں۔ تو میں پوچھتا ہوں اگر کسی صحابی کو ہی کوئی نور کہہ دے اور صحابہ ہی کہہ دیں تو پھر اُن پر فتویٰ کیا ہوگا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ذی النورین ہونے کا مطلب تو سب کو آتا ہی ہے لیکن میں آج اُس صحابی کا نام بتاتا ہوں جس کو ذی النور کہا جاتا تھا ذی کا معنی ہے والا، ذی النور نور والا ہے تو وہ صحابی مگر اُس کا نام کیا ہے نور والا۔ اصل میں اُن کا نام طفیل بن عمرو دوسی ہے۔

الاصابة جلد نمبر 3 صفحہ 922 پر ان کے بارے میں وضاحت سے لکھا ہے جس وقت طفیل بن عمرو دوسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں آ کے کلمہ پڑھا تو محبوب علیہ السلام سے کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کیلئے بھی دعا کر دو بڑی بگڑی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو بھی ہدایت عطا فرمادے۔

رَابِعَتْنِي الْيَوْمَ

مجھے اُن کی طرف مبلغ بنا کے بھیج دو اپنی قوم کو میں جا کے سمجھاتا ہوں۔

وَاجْعَلْ لِّي آيَةً

لیکن مجھے کوئی نشانی بھی دو کہ میں تمہارا مبلغ ہوں۔ مجھے قوم کی طرف مبلغ بناؤ لیکن ایسے نہیں کہ میں اُن کے پاس جاؤں وہ مجھے مانیں گے نہیں کہ تو دونوں میں کہاں مبلغ بن کے آ گیا ہے، مجھے نشانی بھی دو مجھے دیکھیں تو مانیں واقعی نور والے کا مبلغ بن

کے آیا ہے، جس وقت انہوں نے یہ کہا تو میرے محبوب علیہ السلام کے یہ لفظ تھے، اب دعا سنو جس کے لفظوں سے خاکی نور بن جائیں اُن کے اپنے نور کا عالم کیا ہوگا۔

اَللّٰهُمَّ نُوِّرْ لّٰہُ

اے اللہ میرے طفیل کے ماتھے میں نور پیدا کر دے، جب آپ نے دعا مانگی تو کوئی دیر نہیں لگی فَسَطَعَ نُوْرٌ بَیْنَ عَیْنَيْہِ

دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی لاٹ نکلنے لگی، اتنا نور آنکھوں کے درمیان میں آیا اب آپ یہ دیکھیں۔

بعض لوگ بحث میں آ کے کہتے ہیں ”قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ“ میں معنوی نور ہے علم کا نور ہے روشنی اور ہدایت مراد ہے۔

میں کہتا ہوں جس کے لفظوں سے حسی نور فوراً بن جائے اُن کے اپنے حسی نور کا عالم کیا ہوگا، اب یہاں پر حسی نور ہے جو پیشانی میں نظر آ رہا ہے، اور حسی ہی مانگا گیا، جس وقت وہ نور پیشانی میں آ گیا، تو اُس کا انداز کیا تھا، وہ اس انداز میں نور چمک رہا تھا کہ حضرت طفیل کہنے لگے،

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا تو فوراً قبول ہو گئی۔

اِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّقُوْلُوْا مُثْلَہٗ

مگر مخالفوں کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا کہ وہ وصف کو عیب بنادیتے ہیں، اور اُن کے ہاں انسان جتنا بھی بڑا ہو اُس کا دوسرا پہلو تلاش کرتے ہیں۔

اب میرا نور چمکے گا ہو سکتا ہے کوئی کہہ دے یہ دیکھو اس کا چہرہ ہی بدل گیا ہے۔ نور کو ان لفظوں میں بھی بیان کر سکتا ہے، وہ مثلہ کہنا شروع کر دیں۔

آپ اس طرح کریں کہ نور بھی رہے اور کسی جگہ منتقل بھی ہو جائے۔

جس وقت انہوں نے دوبارہ عرض کی تو میرے محبوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کوئی بات نہیں۔

فَتَحَوَّلَ إِلَى طَرَفٍ سَوِيٍّ

آپ نے فرمایا چھڑی آگے کرو ہم اُس میں ڈال دیتے ہیں، چھڑی میں نور کو منتقل کر دیا۔

كَانَ يُضِيئُ لَهُ فِي اللَّيْلَةِ الْمُظْلِمَةِ

اندھیری راتوں میں وہ چھڑی نور کا کام دیتی تھی، جدھر چلتے تھے نور پھیلتا تھا، جدھر جاتے تھے اُس چھڑی کی وجہ سے روشنی پھیلتی تھی۔

اب دیکھو صحابہ کرام یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم طفیل بن عمرو کو اب طفیل نہیں کہتے ہم کہتے ”ذی النور“ نور والا

جس کے پاس آنے والا ایک لمحہ میں نور والا بن جائے، وہ خود کتنے بڑے نور والے ہوں گے یہ نور معنوی نہیں حسی نور ہے، معنوی نور تو ویسے ہی ساتھ آ گیا کہ ہدایت موجود ہے اب مجوزہ ٹائم اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

یہ دو باتیں ابتدائی طور پر شان الوہیت اور شان رسالت کے لحاظ سے جو گفتگو آپ نے سماعت کی ہے، اسے خود بھی محفوظ رکھنا ہے اور اس کو بے دھڑک بیان کرنا ہے کوئی اس پر اعتراض کرے کو کسی مقام پر بلکہ ہر جگہ جا کر حق کو ثابت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

نہ ہم اللہ کی ذات پر کسی کو توہین کرنے دیں گے اور نہ ہی نبی علیہ السلام کی ذات میں کسی کو توہین کرنے دیں گے ہمارا رب اپنے خالق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہے اور ہمارے نبی علیہ اسلام اُس کی سب سے اعلیٰ مخلوق ہونے کے لحاظ سے ہر عیب سے پاک ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

